ہندوستان کی تحریکِ آزادی میں مذہبی اقلیتوں کا کردار

ڈاکٹر خالد محمود*

Abstract

Religious minorities had played remarkable role in the freedom movement of sub-continent. After the failure of war of independence in 1857, British authorities blessed Hindus, but this act of kindness was not acceptable for the patriots of India. Hindus, Muslims and Sikhs wanted to get rid of slavery. All Indians (Hindus, Muslims, Sikhs, Parsis and others) were thinking against British but their perspective was different. Indian National Congress and All India Muslim League both plate forms were working for the independence of their homeland. The demand of both parties was totally different. Congress wanted to keep united or un-divided India and on the other hand League had the wish to divide sub-continent and create a new state Pakistan for the Muslims. But manifesto of both the political parties was to get freedom from the British.

Moreover, a large number of Indian's have engaged in the revolutionary activities and had joined the communists group. They were connected to the rebellious and India House was established in London for this purpose. In February1905, Shyamji Krishna Varma established 'Home Rule Society' with the help of Lala Lajpat Rai, Madam Bhikaji Cama and Sardarsinh Rawabhai Rana. This society promoted the revolutionary activities in India. The Government was failed to control these activities. A large number of freedom fighters like Lala Lajpat Rai and Bhagat Singh, Basanta Kumar Biswas, Avadh Bihari and Amar Chandra sacrificed their lives for the sake of freedom.

---

* لیکچرر، شعبہ مطالعہ پاکستان، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

Muslim League was the sole representative of the Indian Muslims but Jinnah also clarified many times that after the creation of Pakistan, all minorities must be protected in the country and there will be no discrimination between the Muslims and non-Muslims. Dewan Bahadur S.P Singha, Chaudry Chando Lal and Sir Zafar ullah Khan and others non-Muslims became the supporters of Jinnah. After the establishment of Pakistan a large number of Hindus, Sikhs, Parsis, Behais and Christians declared Pakistan as their homeland and adopted it for living their lives.

تلخیص

ہندوستان کی تحریکِ آزادی میں مذہبی اقلیتوں کے کردار کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اگرچہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز سرکار نے ہندوؤں پر خصوصی عنایات کیں لیکن ان کی یہ مراعات برصغیر کے محبِّ وطن لوگوں کی حب الوطنی کو مٹانے میں ناکام رہیں۔ ہندو، مسلمان اور سکھ سبھی انگریزوں کی غلامی سے نجات چاہتے تھے۔ تمام ہندوستانیوں (ہندو، سکھ، مسیحی، مسلمان، پارسی) کی سوچ مختلف تھی لیکن سب انگریزوں کے خلاف سوچتے تھے۔ اگرچہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کا مطالبہ مختلف تھا، کانگریس ہندوستان کو متحد رکھنے کی خواہش مند تھی اور مسلم لیگ برصغیر کو تقسیم کر کے مسلمانوں کو علیحدہ مملکت دلوانا چاہتی تھی لیکن اس کے باوجود دونوں ہی ہندوستان کی آزادی کے لیے برسر پیکار تھے۔ ہندوستان کے سپاہیوں کی بڑی تعداد اب انقلابی سوچ کی حامل تھی اور یہ لوگ کمیونسٹ گروہ میں شامل ہو گئے تھے۔ فروری ۱۹۰۵ء میں شیام جی کرشنا نے لالہ لاجپت رائے، میڈم بھیکا جی کاما اورسردارسن راوابھائی راناکے ساتھ مل کر 'ہوم رُول سوسائٹی' قائم کر لی تھی۔ اس سوسائٹی نے ہندوستان میں انقلابی سرگرمیوں کو منظّم کیااور انگریز حکومت اس پر قابو پانے میں ناکام رہی۔ لالہ لاجپت رائے، بھگت سنگھ، بسنتا کمار بسواس، اودھ بہاری اور عمار چندرا جیسے رہنماؤں نے وطن کی آزادی کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

مسلم لیگ ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تھی جب کہ قائداعظم محمد علی

جناح نے کئی بار وضاحت کی کہ قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں تما م غیرمسلم شہریوں کا تحفظ کیا جائے گا اور ان کے ساتھ مساوی سلوک کیا جائے گا۔ تحریک آزادی میں دیوان بہادر ایس پی سنگھا، چوہدری چندولعل، سر ظفر اللہ خان اور دیگر غیر مسلم رہنما جناح کے شانہ بشانہ کھڑے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ہندوؤں، سکھوں، مسیحیوں، پارسیوں اور بہائیوں کی بڑی تعدا د نے پاکستان کو اپنا وطن قرار دیا۔

تعارف :

ہندوستان میں ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں اور ہندوؤں نے انگریزوں کے خلاف مشترکہ جنگ لڑی جسے تاریخ میں جنگِ آزادی کانام دیا گیا ہے۔ یہ جنگ انگریزوں کے خلاف ایک بغاوت تھی جسے فوری طور پر انگریزوں نے طاقت کے زور پر کچل دیا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جوں جوں ہندوستانیوں کے دل میں وطن کی محبت کے جذبات پروان چڑھتے رہے، وہ متحد ہو کرانگریزوں کے خلاف جدو جہدتیز سے تیز تر کرتے رہے۔مسلمان، ہندو، عیسائی،سکھ اور پارسی تمام مذاہب کے لوگوں نے صرف ہندوستانی ہونے کی بنیاد پر ہندوستان کو انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کی تحریک چلائی۔ اس تحریک میں مختلف اوقات میں اتار چڑھاؤ آتے رہے مگر ہندوستانیوں کی طرف سے بغاوت، عدم تعاون، بائیکاٹ اور جلسے جلوسوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہا۔ جس کے نتیجے میں بہت سے مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کو پھانسی کی سزا سنائی جاتی رہی۔

ہندوستان کی تحریکِ آزادی میں اقلیتوں کے کردار کو مختلف مصنّفین نے موضوع گفتگو بنایا ہے۔ بنیادی طور پر ہندوستان کی تحریکِ آزادی کانگریس اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے لڑی گئی۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ جہاں ایک طرف کانگریس خود کو ہندوستان کی جملہ آبادی کا نمائندہ قرار دیتی تھی وہاں مسلم لیگ خود کو مسلمانوں کا نمائند ہ باور کراتی تھی۔ ہندوستان کے وسیع تناظر میں اگر مذہبی طور پر دیکھا جائے اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کی تعداد پیش نظر ہو تو مسلمان ایک اقلیت نظر آتے ہیں اور مسلم لیگ کی سیاست ابتدائی برسوں میں مسلمانوں کو ایک اقلیت کے طور پر پیش نظر رکھتے ہوئے آگے بڑھی تھی لیکن بعد میں مسلم

لیگ نے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ قوم ہونے کا دعویٰ کیا۔ گویا اب وہ ایک اقلیت سے بڑھ کر ایک قوم ہو چکے تھے۔

مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن صرف ہندوستان کو تقسیم کرنے کی صورت میں ہی ممکن تھا اور مسلم لیگ کی اپنی تحریک جب آگے بڑھی تو خود اس سے بھی اب سوال کیاجانے لگا کہ اپنے مجوزہ ملک پاکستان میں اس کا غیر مسلم اقلیتوں کی طرف رویہ کیا ہوگا۔ مسلم لیگ نے ہمیشہ یہی رویہ اختیار کیا کہ آزاد پاکستان میں غیر مسلم شہری مملکت کے دیگر شہریوں کے برابر ہوں گے اور مذہب اور نسل کی بنیاد پر ان میں کوئی تخصیص نہیں ہوگی۔ مسلم لیگ کا یہی موقف تھا جس کے پیشِ نظر بہت سے غیر مسلم حلقوں اور غیر مسلم دانشوروں نے مطالبہء پاکستان کی حمایت کرنے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں سمیت ہندوستانیوں کی بہت بڑی تعداد تقسیم کے خلاف تھی تاہم یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ قیام پاکستان کی تحریک میں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں نے بھی قائداعظم کا بھر پور ساتھ دیا۔ مسیحیوں اور اچھوتوں نے تو اپنی آبادی کو مسلمانوں کے ساتھ شمار کرایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کو قائداعظم محمد علی جناح کی ذات پر بھر پور اعتماد تھا۔ زیر نظر مقالہ میں ہندوستان کی تحریکِ آزادی میں مذہبی اقلیتوں کے کردار کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

اقلیتیں اور تحریکِ آزادی:

ہندوستان میں اگر تحریکِ آزادی کا بنظرغورمطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی ہی دراصل ہندوستان کی تحریکِ آزادی کی بنیاد تھی۔ یہ وہ جنگ تھی جس میں ہزاروں مسلمانوں اور ہندوؤں نے انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے میدانِ جنگ میں جانوں کا نذرانہ پیش کیا، جلاوطن ہوئے اور پھانسی پر چڑھائے گئے۔ جنگِ آزادی کے دوران ہندوستانی سپاہیوں نے ہی نہیں بلکہ عام افراد نے بھی غیر ملکی سامراج کے خلاف جنگ میں حصہ لے کر وطن سے محبت کے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

جنگ آزادی کے دوران اوَدھ کے آخری تاجدار واجد علی شاہ کی زوجہ بیگم حضرت علی کا کردار نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جنھوں نے اپنے خاوند کی گرفتاری کے بعد انگریزوں کے

ساتھ بہادری سے مقابلہ کیا اور اپنے بیٹے کو تخت نشین کرایا۔ ان کی بہادری سے متاثر ہو کر اوَدھ کے عوام نے بھی انگریزوں کے خلاف بیگم حضرت علی کا بھر پور ساتھ دیا تھا۔ [1] جنگِ آزادی کے دوران جہاں فضل حق خیر آبادی [2] جیسے مسلمان علماء نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کیا وہاں ہندوؤں اور سکھوں کی جانب سے دی جانے والی جانی قربانیاں بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ریاست جھانسی کی رانی لکشمی بائی نے جنگِ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جس بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان کی قربانی دی، وہ ایک خاتون کی وطن سے محبت اور سامراج سے نفرت کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ [3] اسی طرح برطانوی فوج کے ہندوستانی سپاہی منگل پانڈے کے دل میں جب وطن کی محبت جاگی تو اس نے اپنی ہی فوج سے بغاوت کی اور اپنے متعدد انگریز افسران کو قتل کیا، اس جرم کی پاداش ۸ ر اپریل ۱۸۵۸ء کی صبح منگل پانڈے کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔ [4] بھگت سنگھ پر انگریز وں نے مقدمہ چلا کر اسے پھانسی کی سزا سنائی، سزا سے بچنے کے لیے نہ تو اس نے معافی مانگی اور نہ ہی کوئی اپیل کی۔ بھگت سنگھ اب مزید جینے کی خواہش نہ رکھتا تھا کیونکہ وہ اپنے وطن کے لیے جان قربان کرنے کا خواہش مند تھا۔[5] لاہور سازش کیس میں ملوث ہونے کے الزام میں ۲۳ مارچ ۱۹۳۱ء کو اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا، اس وقت اس کی عمر صرف ۲۳ برس تھی۔[6] بہار میں جنگِ آزادی کے بزرگ رہنما ۸۰ سالہ کنورسنگھ نے انگریزوں کے خلاف بہادری سے مقابلہ کیا اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ۲۴ راپریل ۱۸۵۸کو جاں بحق ہوا۔[7] جب کہ ۱۸۵۹ء تک کنور سنگھ کے علاوہ بخت خان، خان بہادر خان اور مولوی احمداللہ بھی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔[8] اگرچہ وقتی طور پر انگریز نہ صرف اس بغاوت کو دبانے میں خاطر خواہ کامیاب ہوئے بلکہ ہندوؤں کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کو سماجی و معاشی اعتبار سے کچلنے میں بھی کامیاب ہو چکے تھے۔ یہی ہندو جو مسلمانوں کو ظلم کی چکی میں پیسنے کے لیے انگریزوں کا ساتھ دے رہے تھے، جلد ہی انگریز سرکار سے بغاوت کے لیے علیحدہ سیاسی راستے پر چل نکلے۔ کپاس کے کاشت کاروں اور تاجروں کی انگریزوں کے خلاف تحریک ہو یا عام کسانوں کی جانب سے چلائی جانے والی تحریکیں، عدم تعاون اور سودیشی تحریک ہو یا ستیا گری، سوراج اور انڈین نیشنل کانگریس ہو، سبھی انگریز کے خلاف جدو جہد

اور ہندوستان کی آزادی کی تحریک کی مختلف اکائیاں تھیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہندو، عیسائی، سکھ، پارسی اور مسلمان سبھی متحد ہو کر انگریز کو کمزور کرتے رہے۔

۲۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کو پنجاب اور بنگال کے انقلابیوں نے دہلی میں ایک دیسی ساختہ بم پھینک کر وائسرائے لارڈ ہارڈج پر قاتلانہ حملہ کیا جس میں وائسرائے زخمی تو ہوا مگر معجزانہ طور پر موت سے بچ گیا۔ اس واقعہ کے بعد انگریز سرکار حرکت میں آئی، واقعہ میں ملوث تین انقلابیوں بسنت کمار بسواس، امر چند اور اودھ بہاری کو گرفتار کر کے مقدمہ چلایا گیا اور آخر کار دہلی سازش کیس میں تینوں کو پھانسی دے دی گئی۔۹ ان تمام تر اقدامات کے باوجود انگریزوں کے خلاف انقلابیوں کی یہ سرگرمیاں محدود نہ ہوئیں اس کی ایک مثال انقلابیوں کی طرف سے لندن میں قائم کیا گیا انڈیا ہاؤس تھا۔ یہ انڈیا ہاؤس ان بھارتی طالبعلمو ں کے لیے ایک گھر تھا جو انقلابی سرگرمیوں کا حصہ تھے۔ ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف برسر پیکار آزادی کے متوالے انقلابیوں کے لیے یہ گھر بہترین پناہ گاہ ثابت ہوا۔ فروری ۱۹۰۵ء میں کرشنا ورما نے دیگر انقلابیوں لالہ لاجپت رائے، مادام بھیکاجی کاما، اورایس۔ آر۔ رانا (سردار سن راوا بھائی رانا) کے ساتھ مل کر انڈیا ہاؤس میں ہوم رول سوسائٹی قائم کی۔جلد ہی یہ انڈیا ہاؤس مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں اور پارسیوں سمیت ان تمام وطن پرستوں کے لیے سیاسی سرگرمیوں کا مرکز بن چکا تھا جو حصولِ آزادی کے لیے انگریزوں کے خلاف متحرک تھے۔ ۱۰

برطانوی راج نے انقلابیوں کی بڑھتی ہوئی سر گر میوں کو روکنے کے لیے جسٹس سر سڈنی رولٹ کی نگرانی میں ایک کمیٹی تشکیل دے دی جس نے دو بل پیش کیے۔ جب یہ بل امپیریل لیجسلیٹو کونسل میں پیش ہوئے تو بھارتی ارکان نے شدید تنقید کی۔ گاندھی نے اسے بھارتیوں کے لیے کھلا چیلنج قرار دیااور اس کے خلاف ملک گیر تحریک چلانے کا فیصلہ کیا۔ گاندھی کے ساتھ صرف ہندو ہی نہیں بلکہ حکیم اجمل خان، ڈاکٹر انصاری اور حسرت موہانی جیسے نامور مسلمان رہنما بھی شامل تھے۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کی مخالفت کے باوجود ۱۹۱۹ء میں یہ بل پاس ہو گیا جس کے تحت انگریز سرکار مقدمہ چلائے بغیر کسی بھی شخص کو جیل منتقل کر سکتی تھی اور خصوصی عدالت میں مقدمہ چلا کر فوری سزا سنا سکتی تھی جب کہ اس سزا کے خلاف کسی کو اپیل کرنے کا حق حاصل نہ تھا۔ اس کے خلاف مسلمان اور ہندو تاجروں نے

دہلی میں بھر پور ہڑتال کی۔ عوام اور پولیس میں تصادم کے نتیجے میں کئی افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ متعدد گرفتار ہوئے۔ مرنے والوں کی یاد میں دہلی کی جامع مسجد میں مسلمانوں نے تعزیتی اجلاس بلوایا اور خطاب کے لیے سوامی شردھانند کو دعوت دی گئی۔ انگریز مظالم کے خلاف ہندو مسلم اتحاد کی یہ بہت بڑی مثال تھی۔ [11] شیر پنجاب کہلانے والے لالہ لاجپت رائے نے ۳۰ / اکتوبر ۱۹۲۸ء کو سائمن کمیشن کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اسی دوران احتجاج کرنے والے ہجوم پر بدترین لاٹھی چارج کیا گیا۔ لالہ لاجپت رائے شدید زخمی ہوا اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے بالآخر ۱۷ نومبر ۱۹۲۸ء کو وفات پا گیا۔[12]

پارسی مذہب کی مادام بھیکاجی کاما لندن جا کر شیام جی ورما اور دادا بھائی نوروجی سے ملیں اور ۱۹۰۵ء میں انڈین ہوم رول سوسائٹی قائم کرنے میں شیام جی ورما کی نہ صرف مدد کی بلکہ لندن میں مختلف اوقات میں تقاریر کر کے ہندوستان کی آزادی کی وکالت بھی کی، ان کا یہ نعرہ کہ ''ظالموں کے خلاف مزاحمت خدا کی اطاعت ہے''، بہت مقبول ہوا تھا۔ [13] ۲۲ / اگست ۱۹۰۷ کو جرمنی میں ہونے والی انٹرنیشنل سوشلسٹ کانفرنس میں مادام کاما نے ہندوستان کی آزادی کے حق میں اپنی تقریر کے دوران اپنے ساتھ ایک پرچم بھی تھام رکھا تھا اور یہ کہا تھا کہ یہ پرچم آزاد ہندوستان کا پرچم ہے۔[14] مادام کاما نے ہندوستان کی آزادی کے لیے ساری عمر جدوجہد میں صَرف کی۔ انہوں نے ہر جگہ ہندوستان کی آزادی کی بات کی اور تین برس جیل میں گزارے، ۷۴ سال کی عمر میں ۱۹۳۵ء میں ہندوستان آئیں اور اگلے ہی برس انتقال کر گئیں لیکن ہندوستان کی آزادی چاہنے والوں کے ذہنوں اور دلوں میں ہمیشہ کے لیے اَمر ہو گئیں۔ [15]

مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں ہندوستان میں آزادی کی تحریک میں اقلیتوں کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تحریکِ آزادی میں مذہبی اقلیتوں نے جس قدر جاں فشانی اور شب و روز محنت سے کام کیا وہ تاریخ کی کتابوں میں بالکل واضح ہے۔ آزادی کی تحریک صرف مسلمانوں نے نہیں چلائی بلکہ ان کے ساتھ ہندو، عیسائی، سکھ اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی برابر کے شریک تھے۔ انگریز کے خلاف صرف مسلم لیگ اور کانگریس ہی برسر پیکار نہیں تھیں بلکہ سکھوں کی طرف سے آزادی کی خاطر چلائی جانے والی متعدد تحریکوں کا تذکرہ بھی

ملتا ہے۔اگرچہ سکھوں کی طرف سے بھی علیحدہ ریاست کے حصول کا مطالبہ کیا گیا لیکن ان کا یہ مطالبہ پورا نہ ہوسکا۔ اس کے برعکس مسیحی اقلیت نے تو قیام پاکستان کے لیے ہر آڑے وقت میں قائداعظم محمد علی جناح کا کھلم کھلا ساتھ دیا مثلاً پنجاب اسمبلی کے مسیحی ارکان نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا، تین مسیحی رہنماؤں نے گورداسپور کو پاکستان میں شامل کرنے کی حمایت کی اور یہاں کی مسیحی اقلیتی آبادی کی گنتی مسلمانوں کے ساتھ کروائی۔ مسیحیوں کے بے شمارمذہبی و سیاسی رہنماؤں نے تحریک پاکستان میں نہ صرف شمولیت کی تھی بلکہ پاکستان بنانے میں بھی جناح کے ساتھ تعاون کیا۔

تحریک آزادی میں مسیحیوں کے کردار کواجاگر کرتے ہوئے یوسف مسیح یاد نے دیوان بہادر ایس پی سنگھا، چوہدری چندولعل، جوشو ا فضل الدین، جان میتھائی، اینی بیسنٹ، ڈاکٹر سکا ٹ، کے ایل رلیارام، بی ایل رلیا رام، فضل الٰہی اور ایف ای چوہدری کی خدمات کا خصوصی ذکر کیا ہے۔ چوہدری چندولعل نے تو تحریک پاکستان کے لیے اس قدر کام کیا کہ خود ہندوؤں نے ان سے تنگ آ کر ان کے گھر کو جلا دیا۔[۱۶]

پروفیسر سلامت اختر کے مطابق ہندوستان کے مسیحیوں نے دوسری گول میزکانفرنس، یوم نجات، اور قراردادِ پاکستان کی منظوری کے مواقع پرجناح کا ساتھ دیا اورپاکستان میں شامل ہونے کو ترجیح دی۔ ان کی خدمات کو سراہنے کا سب سے بڑا ثبوت قائد اعظم کی ہو لی ٹرنٹی چرچ کراچی میں شکر گزاری کی عبادت میں شرکت کرنا ہے۔[۱۷] سید عبدالخالق کا کہنا ہے کہ ہندو عیسائی، سکھ، بہائی اور پارسی پاکستان کی اہم مذہبی اقلیتیں ہیں، ان تمام اقلیتوں نے تحر یکِ پاکستان میں‌شمولیت اختیا ر کر کے جدو جہدِ آزادی میں‌حصہ لیا۔پنجاب اسمبلی کے عیسائی اراکین نے پاکستان کے حق میں ووٹ دے کر پاکستان کے قیام کی راہ ہموار کی۔ تین عیسائی رہنماؤں نے گورداسپور کی عیسائی اقلیت کو مسلمان آبادی کے ساتھ شمار کروا تے ہوئے قیام پاکستان کو دل سے قبول کرنے کا اعترا ف کیا لیکن افسوس ہے کہ پاکستان میں‌ان کی خدمات کو یکسر نظر انداز کیا گیااورتحریک پاکستان میں‌ان کی قربانیاں کسی شمار میں نہ لائی گئیں۔ [۱۸]

جب ہندو انگریزوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے لیے مسائل پیدا کرنے لگے تو مسیحیوں نے تحریک پاکستان میں مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ مسیحیوں نے ہمیشہ انگریزوں سے

وفاداری کی بجائے وطن سے وفاداری کا ثبوت دیا اور بلا کسی لالچ کے قائداعظم محمد علی جناح کا ساتھ دیا، یہاں تک کہ ہندوستانی عیسائیوں نے الگ مسیحی ریاست کے قیام کا منصوبہ بھی مسترد کردیا۔ اس ضمن میں جارج پال کا کہنا ہے کہ جب کانگریس نے مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور مسلمان مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہوئے تو انھوں نے اقلیتوں کو اپنے ساتھ ملا کر قراردادِ پاکستان منظور کی۔ اس قرارداد میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو تسلیم کیا گیا تھا۔ اس قرارداد کے موقع پر ہزاروں مسیحی مسلمانوں کے شانہ بشانہ کھڑے تھے لیکن آج تحریک پاکستان کا ذکر کرتے وقت صرف مسلمان رہنماؤں کی خدمات کا ہی اعتراف کیا جاتا ہے اور مسیحیوں کی جدوجہد کا کوئی تذکرہ نہیں ہوتا۔ مصنف کا کہنا ہے کہ ہندوؤں نے توانگریزوں سے ساز باز کر کے مراعات حاصل کیں اور انگریزوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا لیکن مسیحیوں نے ایسا ہر گز نہ کیا۔اگر چہ انگریز مذہب کے لحاظ سے مسیحی تھے لیکن ان کو ہندوستان کے مسیحیوں سے کوئی لگاؤ نہ تھا بلکہ انھیں صرف اپنی حکمرانی نظرآرہی تھی۔ ہندوؤں اور انگریزوں نے ہندوستانی مسیحیوں کو سیاست سے دور رکھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انگریز کو اپنے وفاداروں کی تلاش تھی اور اس مقصد کے لیے کوئی بھی ہندوستانی مسیحی تیار نہ تھا۔ اس کے برعکس غیر مسیحی جنھوں نے ہندوستانی قوم کی جاسوسی میں انگریزوں کا ساتھ دیا انہیں بڑی بڑی جاگیریں عطا کی گئیں جبکہ مسیحیوں نے اپنے وطن سے محبت کا ثبوت دیا اور انھوں نے آزادی کی جدوجہد میں قائدِ اعظم کا بھرپور ساتھ دیا۔چونکہ اس وقت انگریزوں کی حکمرانی تھی اور انگریز اپنی مرضی کے مطابق ہر کام کر سکتے تھے لہٰذا حکومت کی طرف سے ہندوستانی مسیحیوں کو ایک علیحدہ ریاست کی پیش کش کی گئی تھی لیکن ہندوستانی مسیحیوں نے اسے مسترد کرتے ہوئے قائد اعظم کے ساتھ چلنے کافیصلہ کیا اور اپنا سب کچھ پاکستان کے لیے وقف کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔[19] اس سلسلے میں جارج پال نے میاں امیرا لدین کا ایک قول نقل کیا ہے جس میں انھوں نے کہا تھا کہ 'اگر مسلمان نمائندوں کی غداری کے وقت مسیحی اور اچھوت ممبر مجھے منتخب نہ کرواتے تو لاہور پرمسلم لیگ کے قبضہ کا قائد اعظم کا خواب کبھی پورا نہ ہوتا۔ پاکستان کے مسیحیوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ انھوں نے انگریزوں، ہندوؤں، سکھوں اور پاکستان مخالف مسلمانوں کی پروا نہیں کی اور قائد اعظم اور مسلم لیگ کا

ساتھ دیا'۔**۲۰** مندرجہ بالا سطور میں پال کا یہ کہنا ہے کہ انگریزوں کی طرف سے علیحدہ ریاست کی پیش کش کو مسیحیوں نے ٹھکرا دیا تھا۔ اس قول کی تصدیق جنید قیصر نے بھی کی ہے۔**۲۱**

ہندوستانی سکھوں نے بھی آزادی کی جدوجہد میں بھرپورساتھ دیااور اس مقصد کے لیے متعدد تحریکیں چلا کر ہزاروں جانوں کانذرانہ پیش کیا۔ ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے جانوں کی قربانی پیش کرنے والوں کی ایسی درجنوں مثالیں موجود ہیں۔ اس حوالے سے اکالی تحریک خصوصی اہمیت کی حامل ہے، اس تحریک نے سکھوں کو انگریزوں کے خلاف متحد کیااور سکھوں کے تما م طبقات کو اکٹھا کر کے آزادی کی جدو جہد پر آمادہ کیا۔ سکھوں کی اکالی تحریک اگرچہ مذہبی مسائل کو حل کرنے کی خاطر پروان چڑھی جس کا مقصد گردواروں کو جاہل اور بدعنوان مہنتوں سے آزاد کرانا تھا لیکن یہ تحریک بھی آخر کار ہندوستان کی آزادی کی طاقتور تحریک بن گئی۔**۲۲** اس ضمن میں جے ایس گریوال نے لکھا ہے کہ صرف پانچ برسوں میں اکالی تحریک سے تعلق رکھنے والے چار سوافراد نے جانوں کی قربانی دی اور دو ہزار افراد زخمی ہوئے جبکہ اس عرصے میں تیس ہزار کارکنان کو جیل جانا پڑا، سکھوں کو ملازمت سے فارغ کیا گیا اور ان کی پینشن بند کر دی گئی۔ اب انگریزوں کو ا س تحریک کے تخریبی عزائم کا یقین ہو چکا تھا اور وہ اسے اپنے لیے خطرہ تصور کر رہے تھے یہی وجہ ہے کہ اس تحریک کو دبانے کی کوشش کی گئی۔**۲۳**

اگرچہ آزادی کی تحریک میں بے شمار قربانیاں دے کر سکھوں نے بھی نمایاں کردار ادا کیالیکن جب انہیں پاکستان کا قیام نظر آ یا تو سکھوں کے رہنما ماسٹر تارا سنگھ نے بھی سکھوں کے لیے الگ ریاست کے حصول کامطالبہ کر دیا۔قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی طرف سے ہرممکن کوشش کی کہ سکھوں کو پاکستان میں شمولیت کے لیے راضی کر لیا جائے۔تحریکِ پاکستان کے آخری ایام میں اس مقصد کے لیے جناح نے سکھ ر ہنما ؤں سے ملاقاتیں کیں اورانہیں یقین دلایا کہ پاکستان میں سکھوں کونسبتاً زیادہ مراعات دی جائیں گی۔ قائداعظم نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ پیش کش کی کہ اگر سکھ پاکستان میں شمولیت اختیار کریں گے تو انہیں پاکستان کی فوج میں کمانڈر اِن چیف کا عہدہ یا وزارت دفاع کا محکمہ مستقل طور پر دے دیا جائے گا لیکن سکھ رہنماؤں نے قائداعظم کی اس پیش کش کو قبول نہ کرتے ہوئے

بھارت میں شمولیت اختیار کر لی ۔۲۴

یاد، اختر اور پال نے اقلیتی خدمات میں صرف مسیحیوں کے کردار کو نمایاں کیا ہے اورآزادی کے لیے جدوجہد کرنے والے مسیحی رہنماؤ ں کی خدمات بیان کی ہیں۔ اسی طرح جے ایس گریوال نے آزادی کی تحریک میں صرف سکھوں کی خدمات کو چن چن کر لکھا ہے۔ اس کے برعکس پال نے نہ صرف مسیحیوں کی نمائندگی کی ہے بلکہ کسی حد تک یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ قائداعظم اورمسلم لیگ کا سب سے زیادہ ساتھ مسیحیوں نے دیا جب کہ بہت سے انگریز، ہندو اور سکھ مسلم لیگ کی مخالفت کر رہے تھے، پال نے مسلمان نمائندوں کو غدار جبکہ مسیحیوں کوقائداعظم کا وفادار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ سید عبدالخالق نے غیر جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسیحیوں کے ساتھ ساتھ سکھ، بہائی اور پارسی مذہب سے تعلق رکھنے والے رہنماؤں کی خدمات کو بھی اپنی بحث میں شامل کیا ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے ان تمام غیر مسلم شہریوں کو متعدد بار مکمل تحفظ کایقین دلایاتھا جنہوں نے تقسیم کے بعد پاکستان کواپنے لیے وطن منتخب کیا۔ جناح نے واضح الفاظ میں فرما دیا کہ ریاست کی طرف سے تمام شہریوں کے ساتھ مساوی سلوک کیا جائے گا، ان کا کہنا تھا کہ

’آپ آزاد ہیں۔ آپ اس لیے آزاد ہیں کہ اپنے مندروں میں جائیں، آپ آزاد ہیں کہ اپنی مسجدوں میں جائیں یا پاکستان کی حدود میں اپنی کسی بھی عبادت گاہ میں جائیں ۔۔۔۔۔۔آپ یہ دیکھیں گے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہندو ہندو نہ رہے گا اور مسلمان مسلمان نہ رہے گا۔ مذہبی مفہوم میں نہیں کیونکہ یہ ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے۔ بلکہ سیاسی مفہوم میں اس مملکت کے شہری کی حیثیت سے۔۲۵

قیام پاکستان کے بعد بھی جناح نے واضح کر دیا تھا کہ

’پاکستان میں جو اقلیتیں ہیں ان کے جان و مال کی حفاظت کرتے رہیں گے اور ان کے ساتھ انصاف کریں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ وہ پاکستان سے چلے جانے پر مجبور کر دیئے جائیں۔ جب تک یہ لوگ حکومت کے وفادار اور وفا کش رہیں گے ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائے گا جیسا کہ پاکستان کے اور شہریوں کے ساتھ‘۔۲۶ لیکن بعد میں ان اقلیتی

شہریوں کے لیے پاکستان میں رہنا دشوار کر دیا گیااور انہیں شک کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ اس حوالے سے محبوب صدا کا کہنا ہے کہ غیر مسلموں کو ان کے اپنے ہی وطن میں، ان کی اپنی ہی دھرتی پراجنبی بنا دیا گیا ہے اور ان تمام خدمات کویکسر نظرا نداز کر دیا گیا ہے جو اقلیتوں نے تحریکِ پاکستان کے دوران پیش کیں، اس ضمن میں صدا نے مجیب الرحمان شامی کے ایک مضمون کا حوالہ دیا ہے جس میں شامی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ تحریکِ پاکستان کی حفاظت میں غیر مسلموں کو شامل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ تحریکِ پاکستان خالصتاً مسلمانوں کی قربانیوں کے نتیجے میں پروان چڑھی، مسلمانوں نے ووٹ دے کر مسلم اکثریتی علاقوں کو پاکستان میں شامل کروایا، نہ تو مسلمانوں نے کسی غیر مسلم سے ووٹ مانگے اور نہ ہی ان کو غیر مسلم ووٹوں کی ضرورت تھی۔ ۲۷

تحریکِ پاکستان میں احمدیوں نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ احمدی رہنما سر ظفراللہ خان نے مسلم لیگ میں رہ کر مسلمانوں کی نمائندگی کی اور انگریزوں سے ملاقاتیں کر کے انہیں مسلمانوں کے مسائل سے آگاہ کیا۔ آزادی کے بعد احمدیوں کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے قائداعظم نے سر ظفراللہ خان کو پاکستان کا وزیر خارجہ مقرر کیا۔ آزادی کی تحریک میں احمدیوں کی کوششوں کو زیر بحث لاتے ہوئے تنویراحمد میر اور مرتضٰی علی شاہ کا کہنا ہے کہ مسلم لیگ جو ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ سیاسی جماعت تھی اس کی رہنمائی احمدیوں نے کی اور سر ظفراللہ خان نے انگریز افسران سے ملاقاتیں کرکے ان کو مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جب علامہ اقبال گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے تو لندن کی احمدیہ عیدگاہ پر بھی حاضری دی۔ سائمن کمیشن کے سامنے احمدیوں نے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کیا۔نہرو رپورٹ کی مخالفت میں جماعت احمدیہ کے امام نے ایک مکمل کتاب تحریر کی اور لندن کے مختلف سیمیناروں میں احمدیوں نے متعدد تقاریر کرکے مسلمانوں کی وکالت کی اور تینوں گول میز کانفرسوں میں بھی شرکت کی۔صرف یہی نہیں بلکہ قائداعظم جب ہندوستانی سیاست سے دل برداشتہ ہوکر لندن میں مقیم ہوئے تو جماعت احمدیہ کے اصرار پر واپس ہندوستان آئے اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر مسلمانوں کو جمع کیا۔ ۱۹۴۵ء کے الیکشن میں جب مسلم لیگ کا جیتنا انتہائی ضروری تھا، جماعت احمدیہ نے لوگوں کو

آگاہ کیا کہ وہ مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔۲۸ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ سر ظفر اللہ خان تھے جنہوں نے پنجاب میں یونینسٹ پارٹی کے خضر حیات کو مستعفی ہونے ہونے کے لیے خط تحریر کیا جس کے جواب میں خضر حیات نے ٹیلی فون کر کے سر ظفرا للہ خان سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا او ر سر ظفر اللہ خان نے خضر حیات کے پاس جا کر انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مسلم لیگ کو کامیاب کرائیں اور اس کے لیے انہیں مستعفی ہونا پڑے گا، خضر حیات خان، سر ظفراللہ کی بات مانتے ہوئے اسی روز مستعفی ہو گئے اور اس طرح مسلم لیگ اگلے انتخابات میں پنجاب سے کامیاب ہوئی، جس کے نتیجے میں پنجاب بھی پاکستان میں شامل ہوا ۔۲۹

پروفیسر محمد نصر اللہ راجا لکھتے ہیں کہ'احمدیوں کا کسی خلافِ پاکستان سرگرمی میں حصہ لینا تو رہاایک طرف، وہ اس کی بدخواہی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے اس لیے کہ جماعت احمدیہ کا پاکستان کی جنگِ آزادی میں بہت اہم اورنمایاں حصہ ہے۔۳۰ اس کے برعکس سید محمد سلطان شاہ کا کہنا ہے کہ احمدیوں نے بظاہر تو مسلمانوں کی وکالت کی لیکن درحقیقت وہ مسلمانوں کے دشمن اور انگریزوں کے وفادار تھے۔ وہ انگریزوں کے جانے کے بعد ان کے جا نشین بننے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ہندوستان کی تقسیم کے وقت سر ظفراللہ خان نے مسلمانوں کو چکمہ دیا اور انگریزوں سے ساز باز کر کےمسلم اکثریت کے علاقے بھارت میں شامل کروادیئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ احمدیوں نے پاکستان پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور تمام کلیدی عہدوں پر قابض ہو گئے۔۳۱ جب کہ مولانا بہاء الحق قاسمی کے بقول 'مرزا غلام احمد قادیانی آنجھانی کی تحریروں میں تضاد، اختلاف بیانی، تذویر وتلبیس اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے کے اس قدر دل چسپ نمونے موجود ہیں کہ اس کی مثال کسی متنبیٰ کے کلام میں نہیں ملتی۔ ۳۲

تحریک پاکستان میں احمدیوں کے کردار کومصنفین نے دو طرح سے بیان کیا ہے۔ اکثر مسلمان مصنفین نے احمدیوں کوملک دشمن عناصر سے منسلک کیا ہے اور کہا ہے کہ احمدی رہنما اپنے مفادات کے لیے مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ جبکہ احمدی کمیونٹی سے تعلق رکھنے والوں نے اپنے مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کے کردار کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے۔۳۳ تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قیامِ پاکستان

سے پہلے احمدیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا گیا تھا اور احمدیوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر تحریکِ پاکستان میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ مشکل وقت میں مسلم لیگ کی رہنمائی بھی کی، خاص طور پر سر ظفر اللہ خاں کی خدمات قابلِ تحسین ہیں۔[۳۴]

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ غیر مسلموں نے نہ صرف آزادی کی تحریک میں حصہ لیا بلکہ مسلمانوں کا ساتھ بھی دیااور قیام پاکستان کی حمایت کی۔ ہر آڑے وقت میں ضرورت پڑنے پر اقلیتی عوام اور رہنماؤں نے مسلمانوں کے حق میں ووٹ دیا اور نہ صرف قائداعظم کے ساتھ تعاون کیا بلکہ کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ بانی پاکستان کی وفات کے بعد نہ صرف اقلیتوں کی خدمات کو فراموش کر دیا گیا بلکہ ان پر مختلف الزامات بھی لگائے گئے جس کے نتیجے میں غیر مسلم شہریوں کا پاکستان میں زندگی بسر کرنا دشوار ہوگیا۔رواں دہائی میں سندھ سے درجنوں ہندو خاندان پاکستان چھوڑ کر بھارت ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔

تقسیم کے بعد پنجاب سے زیادہ تر سکھ اور ہندو ہجرت کر کے بھارت چلے گئے تھے لیکن لاکھوں ہندوؤں، سکھوں، پارسیوں، بہائیوں اور مسیحیوں نے بھارت جانے کے بجائے پاکستان کو اپنا وطن قرار دیا اور اپناجینا مرنا پاکستان کے ساتھ منسلک کیا۔ پاکستان کی مذہبی اقلیتوں نے نہ صرف تقسیم سے قبل ہندوستان کی جدو جہدِ آزادی میں حصہ لیا بلکہ تقسیم کے بعد پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کے لیے پاکستان میں مسلمانوں کے شانہ بشانہ کام کیا لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں اقلیتوں کی تمام تر قربانیوں کومسلسل نظر انداز کیا جاتا رہا۔ ماضی میں پاکستان میں سِول سوسائٹی، حکومت اورمذہبی اور سیاسی جماعتیں بھی پاکستانی قوم کو متحد رکھنے کے لیے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے میں ناکام رہیں۔ ضرورت اس اَمر کی ہے کہ پاکستان کے تعلیمی اداروں میں پڑھائی جانے والی نصابی کتابوں کے درسی مواد میں بھی اقلیتوں کی خدمات اور قربانیوں کا تذکرہ ہونا چاہیے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ مذہب اور فرقوں کی بنیاد پر قوم کی تقسیم در تقسیم کا عمل ترک کر کے تمام شہریوں کو ایک قوم کی حیثیت سے شناخت دی جائے اور مذہبی اقلیتوں کو قومی دھارے میں شامل کیا جائے، جیسا کہ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی خواہش تھی۔

حوالہ جات

1- Retrived from: http://shethepeople.tv/indias-five-famous-female-revolutionaries-during-independence-who-didnt-get-their-due/ accesed on 15 May 2017

2- Retrived from: https://en.wikipedia.org/wiki/Fazl-e-Haq_Khairabadi#cite_ref-Fazl-e-Haq_Khairabadi_1-1 accessed on 27 February 2015

3- Retrived from: http://cincinnatitemple.com/articles/Biography-Jhansi-Ki-Rani-Lakshmi-Bai.pdf accessed on 12 September 2014

4- Richard Forster, "Mangal Pandey: Drug-crazed Fanatic or Canny Revolutionary?" in *The Columbia Undergraduate Journal of South Asian Studies*. 1:1 (2009) 10-11

5- Y. Ramachandra Reddy & Surya Prakash, "Imprints of Bhagat Singh in Indian Independence Movement, A Historical Overview", *IMPACT: International Journal of Research in Humanities, Arts and Literature*, 2 (6), Jun 2014, 35-44

6- "The Trial of Bhagat Singh", *India Law Journal* 1 (3), July–September 2008, retrieved 21 June 2016.

7- http://shodhganga.inflibnet.ac.in/bitstream/10603/36924/5/05_chapter%201.pdf

8- Ebid,

9- Biresh Chaudhuri, "Delhi: The Imperial Capital (1911-1919)", *International Journal of Applied Research* 2015; 1(6): 24-27

10- Pallavi Bhatte, "Activities of Indian Freedom Revolutionaries and the Rising Sun", Retrived from: https://repository.kulib.kyoto-u.ac.jp/dspace/bitstream/2433/189702/1/rek11_117.pdf accessed on 25 April 2017

11- Biresh Chaudhuri, "Delhi: The Imperial Capital (1911-1919)", *International Journal of Applied Research 2015*; 1(6): 24-27

12- Bipan Chandra, *India's Struggle For Independence 1857-1947*, (Penguin Books) Retrived from: https://www.upscsuccess.com/sites/default/files/documents/India%27s_ Struggle_for _Independence _(Bipan_Chandra)_ @VikasMaurya.pdf accessed on 15 April 2016

13- K.E. Eduljee, *The Inspiring Stiry of Bhikhaiji Cama (1861-1936)*, Zoroastrian Heritage Articles, (Canada 2016),p 2 retrived from http://www.heritageinstitute.com/zoroastrianism/ accessed on 14 February 2016

14- Ebid, p 3

15- Balraj Puri, "Cama, Madam Bhikaji", *Kashmir National Conference and Communists: Personal Knowledge and Interviews,* (Friends of New Kashmir, New Delhi;), 241-242 Retrived from: http://dspace.wbpublibnet.gov.in:8080/jspui/bitstream/10689/11619/9/Chapter%203_239-285p.pdf accessed date 20 June 2017

۱۶۔ یوسف مسیح یاد، 'تحریک پاکستان کی اہم شخصیات'،مشمولہ ،فادر فرانسس ندیم(مدیر)،'یہ دیس ہمارا ہے'،لاہور:ہم آہنگ پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء،ص ص ۴۸ ۔۱۴۱

۱۷۔ پروفیسر سلامت اختر، 'تحریک پاکستان میں مسیحیوں کا کردار'،مشمولہ ،فادر فرانسس

ندیم (مدیر)،'یہ دیس ہمارا ہے'، محولہ بالا، ص ص ۱۳۹

18- Syed Abdul Khaliq, *Religious Minorities: Charter Of Demands*, Lahore: Minority Rights Commission, 2008. p.1

۱۹۔ جارج پال، میں بھی پاکستا ن ہوں، لاہور: ہیومن فرینڈز آرگنائزیشن پاکستان،۲۰۰۷ء ص ص۵۵۔۴۸

۲۰۔ ایضاً، ص۷۸

۲۱۔ جنید قیصر،' پاکستانی اقلیتوں کا نوحہ'، لاہور:فکشن ہاؤس،۲۰۰۷ء ص ۱۷

22- Teja Singh, *Gurudwara Reform Movement and the Sikh awakening*,India: 1922. pp.33-39
Retrived from https://archive.org/stream/gurdwarareformmo00singrich#page/n5/mode/2up accessed on 12 May 2015

۲۳۔ جے ایس گریوال ،سکھ:مذہب ،تاریخ، سیاست '(ترجمہ:امجد محمود)،لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۶ء،ص۱۷۴۔

24- Ahmed Salim, *Role of Minorities in Nation Building with Focus on Karachi*, Church World Service, Pakistan /Afghanistan.

۲۵۔ محمود عاصم (مرتب)، افکارِ قائداعظم'،لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۷۶ء ص ۳۵۸

۲۶۔ رئیس احمد جعفری، خطبات قائداعظم'، لاہور: شعاع ادب، ۱۹۶۱ء۔ ص ۶۳۶

۲۷۔ محبوب صدا، 'تاریخ کا فریب'،راولپنڈی: کرسچین سٹڈی سنٹر،۲۰۰۴ء۔ص ص۱۸۔۱۷

۲۸۔ تنویر احمد میر، مرتضیٰ علی شاہ، 'پاکستان کے مذہبی اچھوت'،اسلام آباد: الحسیب پبلشر،ت۔ن۔ ص ص۴۳۔۲۱

29- Professor Wayne Wilcox And Aislie T. Embree, *The Reminiscences of Sir Muhammad Zafarulla Khan*,(Interviews of Sir Zafarullah Khan), Columbia University, 2004

۳۰۔ پروفیسر محمدنصرا للہ راجا،تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار'،لندن: ہنی بک لین، ۲۰۰۹ء۔ ص۶

۳۱۔ سید محمدسلطان شاہ، 'بھٹو اورقادیانی مسئلہ'، لاہو ر: جنگ پبلشرز، ۱۹۹۳ء۔ ص ص۵۷۔۵۴

۳۲۔ مولانا بہاء الحق قاسمی، روزنامہ 'زمیندار'، لاہور، ۵ مارچ ۱۹۴۹ء ۔ص ۳

۳۳۔ سید محمدسلطان شاہ مسلمان مصنف ہیں جب کہ تنویر احمد میر، مرتضیٰ علی شاہ اور پروفیسر محمد نصر اللہ راجا کا تعلق احمدی یا قادیانی فرقے سے ہے۔

۳۴۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کوپاکستان کی پارلیمنٹ نے آئین پاکستان میں دوسری ترمیم کے ذریعے قادیانیوں یا احمدیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ اس سے قبل یہ فرقہ آئینی اعتبار سے مسلم شمار ہوتا تھا۔